www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیام

از سیدہ انعم بخاری

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

وہ رات کمرے میں آکر ٹھیک سے سو ہی نہ سکی۔ تنگ آکر بالکونی کے پردے ہٹا کر چاند کی روشنی کو اندر آنے کا راستہ دیا، وہیں زمین پر ایک طرف بچھے فرشی قالین پر بیٹھ گئی۔ دیوار سے ٹیک لگائے وہ لگاتار چاند کو تکتی رہی اور پھر کہیں جا کر نجانے رات کے کس پہر نیند اُس پر مہربان ہوئی۔

صبح کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ نکلا تھا۔ موسم پہلے سے گرم ہونے لگا تھا، ایسے میں وہ جو رات کا بالکونی کے پاس گلاس ڈور کھلا چھوڑ کر سوئی تھی اب سورج کی چھُبتی کرنوں سے اُٹھ بیٹھی۔ ماتھے پر پسینے کے چند ننھے ننھے قطرے دکھائی دیتے تھے۔ اپنے ڈوپٹے سے اپنا چہرہ صاف کرتی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اُٹھ کر بیڈ تک آئی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ نیند نہ پوری ہونے کے باعث واپس سونے کا ارادہ کر بیڈ کے گرد لٹکے پردوں کو ہٹا کر ایک سائیڈ پر کرتی لیٹ گئی۔ ہاں، البتہ اس مرتبہ چھت پر لگا پنکھا چلانا نہ بھولی تھی۔ ابھی اُسے سوئے ہوئے پندرہ منٹ بھی نہ ہوئے تھے کہ سعدیہ دروازہ کھولتی اندر چلی آئی۔ آتے ساتھ ہی وہ ارد گرد بکھرا سامان سمیٹتی ہوئی اس سے باتیں بھی کرنے لگی۔ اُس کے مطابق اُس کی سیدہ بی بی فجر کے وقت اُٹھ جایا کرتی تھیں۔

"سلام، سیدہ بی بی! مجھے پتہ ہے مجھے آنے میں دیر ہو گئی اور تو اور کل آئی بھی نہیں لیکن فکر نہ کریں، اب چھٹی نہیں کروں گی۔ بے بے نے کچھ کام ذمے لگا دئے تھے گھر کے، وہ کرنا بھی ضروری تھے۔"

وہ مسلسل بولتی قالین پر گرے کشنز اُٹھا کر ٹھیک کرنے لگی۔ ہر چیز اُس کی اصل جگہ پر رکھتی اُس کا دھیان چلتے پنکھے پر گیا تو ٹھک سے سوئچ بورڈ پر سے بٹن دبا اُسے بند کر دیا اور یہاں جو حیام محترمہ کی نیند میں اُس کے بولنے سے خلل پیدا ہو رہا تھا، اب خلل تو کیا اُس کی جگہ غصے نے لے لی تھی۔

"کیا مصیبت ہے؟ دِکھ نہیں رہا کہ سو رہی ہوں؟"

وہ غصے میں بولتی بولتی اُٹھ بیٹھی۔ اُس کے چہرے پر لالی نجانے گرمی کی بدولت تھی یا غصے کی، وہ نہ جانتی تھی۔

"معاف کر دیں سیدہ بی بی!! میں نے آپ کو سوتے نہیں دیکھا۔ وہی میں سوچوں کہ آپ جواب کیوں نہیں دے رہیں؟ آپ سو جائیں۔۔"

حیام نے بے بسی سے اُسے دیکھا۔ وہ اُس کی نیند برباد کر اُسے سونے کے مشورے دے رہی تھی۔ حیام کچھ دیر مزید یوں ہی بیٹھی رہی تو وہ پھر بول پڑی۔

"کچھ چاہیے تو آپ بتادیں، میں فوراً لے آتی ہوں۔"

حیام نے اُسے کن اکھیوں سے دیکھا۔

"ادھر آؤ۔۔۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

حیام نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے اپنے پاس بلایا۔

"مجھے سونا ہے اور اگر کوئی بھی، اس کوئی بھی میں اس حویلی کا ہر فرد شامل ہے۔ مجھے اُٹھانے کے لیے آئے تو اُسے روک دینا۔۔ کیسے؟ یہ میرا مسئلہ نہیں ہے اور اگر میری نیند میں دوبارہ کوئی خلل پیدا ہوا تو میں تمہارے سر پر کچھ بھاری سا مار دوں گی۔ سمجھی تم؟"

وہ جو آگے کو جھک اُس کی بات بہت دھیان سے سُن رہی تھی، اپنی سیدہ بی بی کی دی ہوئی دھمکی پر آتی ہنسی کو ضبط کر گئی۔ اب ایسا تو نہیں ہو سکتا تھا نا کہ وہ خود اپنی سیدہ بی بی پر ہنس دیتی۔ ہاں میں سر ہلاتی وہ دروازے تک ہی گئی تھی جب حیام نے ایک مرتبہ پھر پکارا۔

"اور سنو! یہ پنکھا چلا دو ورنہ پگھل جاؤں گی میں۔۔۔"

وہ پنکھا چلاتی ایک مرتبہ پھر سے مڑی اور حیام کو تکنے لگی جو جوں کی توں واپس بیڈ پر لیٹ گئی تھی جیسے کہ اُس سے ضروری کام کوئی اور تھا ہی نہیں۔ ذہن میں حیام کے سنائے احکامات کو دہراتی وہ کمرے سے نکلنے کے لیے دروازہ کھولنے ہی والی تھی کہ اُس کی یہ مشکل کسی اور نے حل کر دی۔

منال دروازہ زور سے کھولتی اندر داخل ہوئی، اتنی زور سے کہ دروازے کے دونوں کواڑ کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر ایک مرتبہ پھر حیام کو بے سکون کر گئے۔ وہ ایسے ہوا پر سوار آئی تھی کہ سعدیہ کو سمجھنے اور بولنے کا موقع تک نہ مل سکا۔

"حیام۔۔۔حیام اُٹھو۔۔۔ارے کب تک سوتی رہو گی؟ حیام! حیاااام!!"

وہ چیخ چیخ کر حیام کو پکارتی ساتھ اُسے جھنجھوڑ کر اُٹھانے کا پورا پورا فرض سرانجام دے رہی تھی۔

حیام نے دل میں اپنی نیند کو ملامت کی اور اس پر لعنت بھیج اُٹھ بیٹھی۔ اُس کی غصیلی نظروں کا رخ سعدیہ کی جانب تھا جو آنکھوں کو پورا کھولے حیام کو بیچاری صورت بنائے تکنے لگی۔ اپنا ہاتھ ماتھے پر مارتی وہ بس اتنا بول کر وہاں سے بھاگ گئی۔

"یااللہ!! سیدہ بی بی کے قہر سے بچا لیں۔۔۔۔"

جبکہ اُس کے جانے کے بعد منال نے حیران نظروں سے حیام کو دیکھا اور بولی۔

"اسے کیا ہو گیا؟"

"کچھ نہیں۔۔۔تم فرماؤ، کیوں آئی ہو؟"

لہجہ ایسا تھا کہ کسی نے زبردستی اُس کو بات کرنے کے لیے بٹھایا ہو اور تھا بھی کچھ ایسا ہی۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے حیام۔۔"

یکدم منال کی آواز دھیمی ہو گئی۔ حیام نے چہرہ موڑ کر اُسے نرم نگاہوں سے دیکھا۔

"کیوں؟ کیوں ڈر لگ رہا ہے؟؟"

اُس کے ہاتھ تھامتی اُس سے سوال کرنے لگی۔

"میرا بیٹا۔۔۔۔۔وہ مجھ سے میرا بیٹا۔۔۔۔"

حیام نے اُس کی بات ادھوری ہی چھوڑنا مناسب سمجھا۔

"کوئی تم سے تمہارا بیٹا نہیں لے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

"لیکن اماں۔۔۔۔"

حیام نے ایک مرتبہ پھر اُس کی بات کاٹی۔

"اماں بھی تم سے تمہارا بیٹا نہیں لیں گی۔ ایسا میں نہیں، وہ کہہ رہی تھیں۔"

حیام کی بات سن منال کے پورے وجود میں اطمینان سا پھیل گیا۔

"تم سچ کہہ رہی ہو؟ ایسا انہوں نے کہا ہے؟"

"ہاں،اور مجھے تمہیں ایک بہت ضروری بات بھی بتانی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ تم سے پہلے اماں بیگم نے ہی شاہ میر بھائی کو تمہارا بیٹا ڈھونڈ کر لانے کو کہا تھا۔"

حیام کی بات پر منال جی بھر کر حیران ہوئی۔

"حیام!! تم۔۔۔۔"

"نہیں، میں کچھ نہیں جانتی۔ یہ تو بس کل اماں بیگم سے بات کرنے گئی تھی تو میرے وہاں پہنچنے سے پہلے اماں بیگم اور شاہ میر بھائی یہ بات کر رہے تھے جو کہ میں نے سن لی۔ اس سے زیادہ کہانی کا کوئی حصہ میں نہیں جانتی۔"

"میں تمہیں بتا دوں گی سب سچ سچ۔۔۔کہانی کا ایک ایک لفظ بتا دوں گی لیکن پہلے مجھے میرے حواسوں میں واپس آنے دو۔"

وہ حیام سے اپنے ہاتھ الگ کرتی سست قدم اُٹھاتی بیڈ سے اُٹھ کر واپسی کے لیے دروازے تک پہنچ کر رُکی۔

"تم ٹھیک ہو منال؟"

منال نے جانے سے پہلے حیام کو دیکھا اور بولی۔

"میں اب تک اُن سے جو جنگ لڑتی آ رہی تھی، بھول گئی تھی کہ بے بنیاد ہے۔ میں نے اپنی زندگی کے اتنے سال ایسی نفرتوں کو پالنے میں لگا دیئے جن کا اپنا کوئی وجود تھا ہی نہیں۔ میں ایک مرتبہ پھر غلط ثابت ہو گئی ہوں آج۔"

وہ کہہ کر چلی گئی لیکن اُس کی باتوں سے حیام الجھ گئی تھی۔ مزید سونے کا ارادہ ملتوی کر وہ اُٹھ گئی اور فریش ہونے کی نیت سے کمرے سے منسلکہ باتھ روم کی جانب چل دی۔

ابھی وہ فریش ہو کر نکلی ہی تھی کہ موبائل فون بجنے کی آواز پر فوراً گھومی۔ ایک نظر کمرے کے کھلے دروازے کو دیکھا اور فوراً بھاگ کر دروازے کو بند کر لاک لگایا۔

موبائل اُٹھاتے ہی جو نام سامنے جگمگاتا نظر آیا، وہ اُس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔

"اسلام و علیکم!"

دوسری جانب سے سلام کا جواب دیا گیا اور جواب کے فوراً بعد حیام محترمہ کے شکوے، شکایات شروع ہو گئیں۔

"بے فکر رہو، میں جا رہا ہوں تو یہ مت سمجھنا کہ تمہیں بھول جاؤں گا۔ تمہارا بھائی تمہاری ہر خبر رکھے گا۔۔"

"ایسا میں نہیں کہہ رہی، مجھے کوئی کہہ کر گیا تھا لیکن خیر اب مجھے فرق نہیں پڑتا کہ کسے میری فکر ہے اور کسے نہیں۔۔"

وہ چلتی ہوئی ڈریسنگ تک آئی اور آئینے میں خود کو دیکھنے لگی۔ سفید شلوار قمیض اوڑھے، جس کا دوپٹہ فلحال بیڈ کی زینت بنا ہوا تھا، گیلے بال کھلے ہوئے تھے۔۔۔ اُن سے بہتا پانی قطرہ قطرہ اُس کی قمیض کے بازو بگھور رہا تھا۔ رنگت پہلے سے کچھ کملا گئی تھی یا شاید اُسے ایسا لگا تھا۔ صحت میں تو خاصا فرق آیا تھا۔

"تمہیں اگر یہ لگتا ہے کہ میں بے خبر ہوں تم سے تو بہت غلط لگتا ہے۔ تمہارے ایک ایک قدم پڑنے کی خبر مجھ تک اُڑ کر آ جاتی ہے۔"

فون کے دوسری طرف موجود اُس کے پیارے بھائی بازل کی بات سن وہ ایک مرتبہ پھر مسکرائی۔

"جیسے کہ؟"

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جیسے کہ یہ۔۔۔کہ کب کب تم کچھ کرنے کی ٹھان لیتی ہو تو سامنے مخالفین کو دھمکی دینا نہیں بھولتی ہو،اور کب پھر تم اپنا کہا کر گزرتی ہو، کھلی ہوا میں سانس لینا ہو یا پھر اپنوں کو یاد کر چپکے سے رونا ہو، تمہارے بھائی کو تمہاری ہر خبر مل جاتی ہے۔"

وہ حیران ہوئی،آئینے میں نظر آتے اپنے عکس سے نظر چرا کر رخ پھیر گئی۔اب وہ ڈریسنگ سے ٹیک لگا کر کھڑی تھی۔اُس کے لیے یہ جاننا مشکل تھا کہ وہ اس کے یہ سب کرنے پر اسے طنز کر رہا تھا یا محض اپنے باخبر ہونے کی دلیل دے رہا تھا۔

اُسے اس بات کی سب سے زیادہ حیرانی تھی کہ شاہ میر اُس کی ہر حرکت کا اتنے دھیان سے مشاہدہ کرتا تھا۔ہاں وہی،اُس کے سوا تھا ہی کون جو شہر میں اُس کی خیریت سے سب کو آگاہ کرتا۔وہ تو جب سے یہاں آئی تھی ایک آدھ مرتبہ کے سوا نہ کبھی کسی سے موبائل پر بات کی تھی اور نہ کسی کی کال پک کرتی۔وہ تو آج بازل سے بھی اتنے عرصے میں پہلی مرتبہ یوں موبائل فون پر بات کر رہی تھی۔

"غلط کیا نا میں نے؟"

وہ جیسے اس بات پر یقین کرتی تھی لیکن اُس کی انا کو یہ گوارا نہ تھا کہ وہ جُھک جاتی،سو کسی اپنے سے سننا چاہتی تھی۔

"تمہارا دل کیا کہتا ہے؟"

سامنے بھی اُس کا بھائی تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کی پیاری بہن دوسروں کے خیالات کی معذور ہو جائے۔

"میرا دل؟"

وہ خلا میں گھورتی سوال کر رہی تھی۔

"ہاں، تمہارا دل۔۔۔میری گڑیا کا پیارا اور نرم دل، کیا کہتا ہے؟"

"وہ کہتا ہے کہ تم غلط ہو، تم نے بہت غلط کیا۔اپنی ضد میں تم نے دوسروں کی عزت پر بہت بے دردی سے وار کیے ہیں۔تم اپنی محرومیوں کا مداوا کسی اور کو محرومیاں دے کر حاصل کرنا چاہتی ہو اور۔۔۔۔"

وہ خاموش ہو گئی۔اُس کی آنکھیں لبالب آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"اور؟"

"اور یہ کہ تم پیچھے نہ ہٹیں تو خود کو تو کھو چکی ہو، ساتھ ساتھ کچھ اپنوں کو بھی کھو دو گی۔"

"تمہیں معلوم ہے نا کہ تمہیں کیا کرنا ہے؟"

حیام نے بازل کا سوال سن ہاں میں سر ہلایا جیسے کہ وہ سامنے موجود ہو۔

"لیکن مجھ سے نہیں ہو گا، میں کیسے کروں گی بھائی؟"

"تم سب کر سکتی ہو، مجھے یقین ہے تم پر۔۔۔۔"

"ہاں، میں کر لوں گی۔ مجھے بس کچھ وقت لگے گا مگر میں کر لوں گی۔"

"اب تم پوچھو کہ بھائی کیوں کال کی ہے آپ نے؟"

بازل اب اصل موضوع پر آیا۔

"کیوں کی ہے؟"

"اجازت مانگنے کے لیے۔۔۔"

"کس چیز کی اجازت؟"

آخر ایک بھائی کو اپنی بہن سے کس چیز کی اجازت مانگنی پڑ گئی تھی۔

"نکاح ہے میرا آج۔۔۔ ایسا میں نہیں، باقی سب کہہ رہے ہیں۔ مجھے تو جب تک یہ بات تم نہیں کہو گی میں مانوں گا ہی نہیں۔"

حیام کا دل بھاری ہونے لگا۔ اُس کے بھائی کی زندگی کا اتنا اہم دن تھا اور وہ بے خبر تھی یا اُسے رکھا گیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"نکاح؟ کس کے ساتھ؟"

"پریشے۔۔۔"خاموشی۔۔"پریشے رحمان۔۔۔"

بازل کو آج معلوم ہوا تھا کہ جب بولنے کو آپ بہت کچھ بولنا چاہیں لیکن دو حرف آپ سے بولنا دوبھر ہو جائیں تو کیا ہوتا ہے۔ کیسا لگتا ہے؟

"اجازت مجھ سے مت مانگیں۔ میں کون ہوتی ہوں آپ کو اجازت دینے والی۔۔۔۔" خاموشی۔۔۔"میں بہت خوش ہوں آپ کے لیے۔ میری ساری دعائیں آپ دونوں کے ساتھ ہیں۔"

وہ مسکرا رہی تھی لیکن دل اداس تھا۔

"تم سچ میں خوش ہو؟ میں تمہیں لینے۔۔۔۔۔"

حیام نے اُس کی بات کاٹی۔

"میں نہیں آسکتی، آپ مت آیئے گا۔"

کتنی ہی دیر دونوں طرف خاموشی کا راج رہا۔

"میں چلتی ہوں، میرا خیال ہے مجھے کوئی بلا رہا ہے۔ پھر بات ہو گی۔"

بازل کو کچھ بھی کہنے کا موقع دیئے بغیر اُس نے کال کاٹ دی۔

"آہ!!پریشے۔۔۔۔

You are a fortunate woman!"

(تم ایک خوش قسمت عورت ہو!)

وہ اپنے بھائی کے لیے خوش تھی۔پریشے بہت اچھی لڑکی تھی لیکن دل کے کہیں بہت اندر، کسی کونے میں بازل کی خوشیوں میں شامل نہ ہونے کا دکھ اُسے اداس کر رہا تھا، بہت اداس۔۔۔۔۔بہت زیادہ۔

NEW ERA MAGAZINE .com

وہ اپنی ہتھیلیاں تخت پر ٹکائے، بالوں کو سیدھا باندھے، ڈوپٹہ اوڑھے اماں بیگم کی نشست پر بیٹھی تھی۔آج اماں بیگم اپنے کمرے میں ہی تھیں۔سورج کی دھوپ برآمدے میں پھیلی ہوئی تھی۔پسینے کی چند ننھی بوندیں اُس کے چہرے پر پھسلتی اُس کے دامن میں گر کے جذب ہو جاتیں لیکن وہ وہاں سے اُٹھ نہیں رہی تھی۔مناہل برآمدے کا پردہ اُٹھا آئی۔کچھ دیر اُسے دیکھتی رہی اور پھر آکر اُس کے برابر بیٹھ گئی۔ حیام نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔

"آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟ بہت گرمی ہے یہاں۔۔۔۔"

"ہمم!!بس ایسے ہی دل چاہ رہا تھا۔"

"گرمی میں بیٹھنے کا؟"

"نہیں، یہ دیکھنے کا کہ اذیت میں ہوں تو کیسا لگتا ہے؟"

"مطلب؟"

حیام نے اُسے چہرہ موڑ کر دیکھا۔وہ ساتھ بیٹھی معصوم لڑکی اتنی چھوٹی نہ تھی کہ ان آسان الفاظوں کی گہرائیاں نہ سمجھ سکتی لیکن اس حویلی نے اُسے باقی تمام عام لڑکیوں سا ہونے ہی نہ دیا تھا۔اُس کی معصومیت اس حویلی نے محفوظ کر لی تھی اور دیکھا جائے تو اچھا ہی تھا۔

"مطلب یہ کہ تم یہ بتاؤ کس کلاس میں ہو؟"

حیام نے بات بدل لی۔

"میرا میٹرک ختم ہو گیا ہے، آج سے دو سال پہلے۔۔۔"

"آگے نہیں پڑھو گی؟"

ایک اور سوال کیا گیا۔حیام کو وہ جتنی چھوٹی لگتی تھی وہ اتنی تھی نہیں۔

"نہیں، اماں کہتی ہیں اتنا پڑھ لینا کافی ہے۔یہ پڑھائی اس دنیا میں رہ جانی ہے۔اپنے لیے کچھ کرنا چاہتی ہو تو اللہ کا علم حاصل کرو۔اُس سے بہتر تعلیم کسی انسان کے لیے کوئی ہو

ہی نہیں سکتی۔لیکن۔۔۔۔"

"لیکن؟"

"میں آگے پڑھنا چاہتی ہوں۔مجھے معلوم ہے کہ میرے ایک مرتبہ کہنے پر شاہ میر بھائی میرا ایڈمیشن کروادیں گے لیکن اماں بھی توٹھیک ہی کہتی ہیں۔"

"تمہاری عمر کیا ہے؟"

"سترہ۔۔۔۔"

حیام ہنس دی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیا ہوا؟کیوں ہنس رہی ہیں؟"

"مجھے لگا تھا کہ تم دس یا بارہ سال کی ہو شاید لیکن تم تو ماشاءاللہ بہت بڑی ہو گئی ہو۔"

"جی،الحمداللہ!میں بڑی ہوں لیکن مجھے سب بچی سمجھتے ہیں اور باتیں شئیر بھی نہیں کرتے۔"

"مثلاً،کون نہیں کرتا؟"

"منال آپی اور کرن آپی بھی۔۔وہ دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرتی ہیں لیکن مجھے نہیں بتاتیں۔ہر مرتبہ ایک ہی جواب ملتا ہے کہ تم ابھی چھوٹی پری ہو۔"

وہ منہ بنائے جواب دیتی حیام کو بہت پیاری لگ رہی تھی اور اُس سترہ سالہ لڑکی کا قد بھی کچھ چھوٹا تھا جس سے اُس کی عمر کا چھوٹا لگنا ایک عام بات تھی۔

"تم فکر نہیں کرو، میں ڈانٹوں گی دونوں کو اس بات پر۔ اب سے کوئی بات تم سے چھپا کر نہیں کی جائے گی۔"

حیام کے جواب پر وہ ہنس دی اور کھڑی ہو کر جس کام کے لیے آئی تھی وہ بتانے لگی۔

"اُف میں تو بھول ہی گئی، وہ منال آپی آپ کو بلا رہی تھیں۔"

"تم جاؤ، میں آ رہی ہوں۔"

مناہل سر ہلاتی وہاں سے چلی گئی جبکہ وہ مزید پندرہ منٹ وہیں دھوپ میں بیٹھی رہی۔ جب گرمی مزید بڑھتی محسوس ہوئی تو فوراً سے وہاں سے اُٹھ کر اندر کو چل دی۔

وہ اپنے بیٹے کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ اُس کی تمام ضرورت کا سامان شاہ میر لیتا آیا تھا سو اُسے مشکل نہ ہوئی لیکن یہ سب اُس کے لیے نیا تھا۔ وہ جب بھوک سے روتا تو وہ سمجھتی کہ اُسے کوئی اور چیز پریشان کر رہی ہے اور جب وہ کسی اور وجہ سے رو پڑتا تو وہ سمجھتی کہ اُسے بھوک ہے۔ لیکن ایک بات جو سچ تھی وہ یہ کہ چاہے سے اُسے ابھی اپنا

بچہ سنبھالنا نہیں آتا تھا لیکن وہ بچہ اپنی ماں کی آغوش میں آ سکون پا گیا تھا۔اُس کم عمر، کچے ذہن کے وجود کو نہیں یاد تھا کہ وہ اب تک کس کے ساتھ رہا تھا۔کمرے کے دروازے پر دستک دے منال کے والد عمران بخاری اندر آئے۔وہ اپنے بیٹے کو بیڈ کے ایک طرف لٹاتی ڈوپٹہ سر پر پھیلائے کھڑی ہوئی۔

"ابا۔۔۔!"

عمران صاحب نے آ کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھا۔اُن کی نظریں اپنے نواسے پر تھیں۔وہ ہو بہو اُن کی بیٹی سا تھا۔

"بالکل تم پر گیا ہے۔"

منال کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔

"آپ پکڑیں گے نہیں اسے؟"

"پکڑوں گا، کیوں نہیں پکڑوں گا؟"

آگے بڑھ کر اُس چھوٹے سے وجود کو اُٹھا کر وہیں بیڈ پر بیٹھ گئے۔وہ چھوٹا بچہ اتنا چھوٹا بھی نہیں تھا لیکن کمزوری کے تحت وہ آسانی سے کسی کی بھی بانہوں میں سما جاتا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کیا نام ہے اس کا؟"

اس سوال پر وہ اپنے باپ کو تکنے لگی۔کچھ دیر پہلے جو مسکراہٹ تھی وہ کہیں کھو گئی۔

"کتنی بد قسمت ماں ہوں نا میں ابا کہ مجھے اپنے بیٹے کا نام تک نہیں معلوم۔۔۔۔"

وہ کچھ دیر اپنی بیٹی کو دیکھتے رہے جو کہ اب اپنے بچے کو دیکھ رہی تھی۔اُس کی آنکھوں میں محبت ہی محبت تھی۔

"تم بہت خوش قسمت ہو۔تم سچ میں خوش قسمت ہو جو تمہاری اولاد تمہارے پاس ہے۔کچھ بد قسمت مائیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو اپنی ساری زندگی اولاد سے دور،اُن کی تلاش میں گزار دیتی ہیں۔"

"آپ سچ کہہ رہے ہیں ابا۔۔"

ایک آنسو کا قطرہ اُس کی پلکوں سے ہوتے ہوئے رخسار پر بہہ گیا۔

"پھر بتاؤ،کیا نام رکھو گی اس کا؟"

وہ مسکرا کر اپنی بیٹی کو دیکھ رہے تھے۔

"ابھی سوچا نہیں۔آج سوچ لوں گی تو کل آپ کو بتادوں گی۔"

وہ واپس سے مسکرانے لگی تھی۔اب کے دروازے پر دستک دے حیام اندر آئی اور عمران بخاری کو وہاں دیکھ اُس کے قدم تھمے۔سر پر پھیلا یا ڈوپٹہ مزید پھیلا یا۔اُس میں یہ بہتری آگئی تھی کہ اب وہ حویلی میں سارا دن بھی گھومتی تو ڈوپٹہ اُس کے سر کی زینت بنا رہتا۔

"اسلام و علیکم! میں بعد میں آتی ہوں۔"

سلام کرتی وہ منال کو کہہ باہر نکلنے لگی تھی جب عمران صاحب بول اُٹھے۔

"وعلیکم السلام!! آجاؤ بیٹا، میں جا ہی رہا تھا۔"

منال کو اُس کا بیٹا واپس پکڑا کر وہ چل کر حیام تک آئے، اُس کے سر پر ہاتھ رکھا اور دعائیں دیتے ہوئے چلے گئے۔اُن کے جاتے ہی حیام کی اٹکی ہوئی سانسیں بحال ہوئیں۔

"یہ تمہارے بابا تھے؟"

حیام جب سے یہاں رہ رہی تھی، کب کسی مرد سے ملی تھی سوائے شاہ میر۔۔۔زبانی

کلامی نام ضرور سنے تھے لیکن ملاقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"ہاں، میرے ابا۔۔۔"

منال دروازے کو دیکھتی مسکرا کر بولی۔

"اچھا، کیوں بلایا ہے تم نے؟"

"ادھر آؤ۔۔۔۔"

منال نے اُسے اپنے پاس بلایا۔

منال کے بلانے پر وہ چلتی ہوئی اُس تک آئی اور وہیں بیٹھ گئی۔اب وہ منال کی گود میں موجود بچے کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا اسے۔۔۔۔۔پکڑ سکتی ہوں؟"

سوال کیا گیا۔

"ہاں، پکڑو۔۔۔"

حیام نے بہت احتیاط سے وہ بچہ منال سے لے کر اپنی آغوش میں بھر لیا۔

"کتنا پیارا ہے یہ؟ ہو بہو تم سا ہے۔"

منال مسکرا دی۔ کل سے ہر کوئی اُسے یہی سب کہہ رہا تھا۔

"ہاں، بہت پیارا ہے ماشاءاللہ! اچھا بتاؤ کیا نام رکھوں میں اس کا؟"

"میں؟ میں کیا بتاؤں گی۔۔۔ تم بتاؤ، تم ماں ہو اس کی۔ تمہارا حق ہے اس پر۔"

"تم بھی تو اس کی آنی لگتی ہو۔ماں کے بعد دوسرا حق ماں کی بہن کا ہوتا ہے۔"

منال کے کہے پر وہ مسکرا دی۔ آنکھوں میں آنسو لیے اپنی گود میں موجود وجود کے چھوٹے سے ہاتھ تھام کر چومے۔

"شاہ ویر بخاری۔۔۔۔"

اُس کے ماتھے کو چومتی وہ اُس کا نام تجویز کر گئی۔

"بہت پیارا ہے۔"

منال نے مسکرا کر اُس کے دیئے نام کا مان رکھا۔

"یہ بھی تو بہت پیارا ہے، آنی کا پیارا بیٹا۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اب کے حیام اُس بچے کو ہاتھوں میں جھلاتی بول رہی تھی جو کہ اُٹھ چکا تھا۔اُس کے ہاتھوں میں کسمساتا وہ ادھر اُدھر تکنے میں مصروف تھا،شاید چہروں کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اس کا نام بالکل شاہ میر بھائی سے ملتا ہے، بولنے میں بھی اور مطلب میں بھی۔"

منال نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ہمم!! معلوم ہے،اسی لیے تو یہ نام دیا ہے۔"

"تو اب ناموں میں چھپے معنوں کو سمجھنے لگی ہو؟"

منال نے سوال کیا۔

"نہیں،اب چہرے پڑھنے لگی ہوں۔اسے دیکھ رہی ہوں تو لگ رہا ہے کہ یہ شاہ میر بھائی کا پر تو نکلے گا، بالکل اُن سا۔چال بھی ایسی چلے گا کہ ہر دیکھنے والے کا دل عزت کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

"اور تم کیوں چاہتی ہو کہ یہ ایسا بنے؟ یا پھر شاہ میر بھائی سا؟"

"شاہ زادہ ہے یہ اور شاہ زادوں پر یہی جچتا ہے کہ اُن کی شخصیت سازی یوں کی جائے

کہ ہر ایک کا دل اُن کے احترام میں جھک جائے۔"

منال کو چپ دیکھ وہ ایک مرتبہ پھر بولی۔اُس کی گود میں موجود شاہ ویراب اُس کے ڈوپٹے سے کھیل رہا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"یہی کہ مجھے اُن کے پاس جانا چاہیے یا نہیں؟"

"چلی جاؤ۔۔۔ہم سب اپنی اپنی اناء میں بے بنیاد جنگیں لڑ رہے تھے۔"

وہ اُسی کی کہی بات دہرا رہی تھی۔

"تو کیا مطلب؟اب تمہاری کوئی جنگ نہیں ہے اُن سے؟"

حیام نے چہرہ موڑ لیا۔

"نہیں،میری تمام فوج اُسی دن شکست کا سامنا کر چکی جس دن اُن کے سامنے بیٹھ کر آنکھ سے آنکھ ملا کر اپنی حقیقت جانی ہوں۔میری اب کسی سے کوئی جنگ نہیں سوائے اپنے۔"

وہ شاہ ویر کو ایک طرف بٹھاتی دروازے تک چلی گئی جب منال نے اُسے روکا۔

"سنو، حیام! جب کوئی جھگڑا رہا ہی نہیں تو شہر والوں سے کیا ناراضگی ہے؟ میری مانو تو کرلو بات، اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے اور تمہارے ہاتھ صرف پچھتاوے رہ جائیں۔"

حیام کا دیل ایک مرتبہ ڈوب کر ابھرا۔

"شاید اب میں چاہتی ہوں کہ پچھتاوے سمیٹ لیے جائیں۔"

اُسے دیکھے بنا جواب دیتی وہ جیسے آئی تھی ویسے ہی چلی گئی۔

وہ آج پھر سج سنور کر بیٹھی تھی لیکن بس فرق اتنا تھا کہ اس مرتبہ وہ کسی اور کی نسبت سے سجی تھی۔ لال رنگ کا لہنگا اوڑھے وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھی۔ وہاں اُس کی بہن، ماں اور خالہ موجود تھیں۔ شاید اُس کے نکاح کا وقت ہوا جاتا تھا، اُس کا بھائی مولوی صاحب کے ساتھ چلتا ہوا اندر آیا۔ وہ لوگ اُس سے کچھ فاصلے پر بیٹھے نکاح کے القابات دہرا رہے تھے۔ اُس نے نہیں سنا تھا کہ کیا پوچھا جا رہا ہے، اُس نے بس اپنی سماعت میں کہیں دور بازل حسن کا نام سنا تھا۔ چہرے کے سامنے بازل حسن کا مسکراتا

چہرہ پل بھر کو اپنی جھلک دکھا کر غائب ہو گیا۔وہ ابھی تک اس طلسم سے باہر نہ آئی تھی۔شاید اُس سے اجازت مانگی جارہی تھی۔کسی نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دباؤ ڈالا،اُس نے چہرہ اُٹھا کر دیکھنا چاہاتو اُس کا بھائی سعد اُس کے پاس کھڑا تھا۔سماعت میں بازل کا کہا جملہ گونجا۔۔۔۔۔

(شادی کروگی مجھ سے؟)

بس اگلے ایک لمحے کی دیر تھی،اُس نے تین بول بول کر خود کو بازل حسن کے نام کر دیا۔شاید یہی اُس کی قسمت تھی اور اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے یہی راستہ طے تھا۔خدا کے ہر کام میں مصلحت ہی رہی ہو گی۔اُسے اپنی ماں کی بے اعتنائی کا دکھ بھی تھا۔کیا ایسے بھی کبھی کوئی لڑکی دلہن بنی تھی،جیسے وہ؟

بازل کی حالت بھی اُس سے جدا نہ تھی،اُس کی کیفیت بھی اُس سی ہی تھی۔وہ وہاں موجود ہو کر بھی وہاں موجود نہ تھا،اُس کا دل تو گاؤں پر جاتی پگڈنڈیوں پر ڈول رہا تھا تو کبھی حویلی کی دہلیز پر کسی اپنے بہت قریبی رشتے کے دور ہونے پر مچلتا۔

مشعل نے اُسے اکیلا نہ چھوڑا تھا،وہ لمحہ بہ لمحہ اُس کے بازو سے چپک کر بیٹھی رہی۔اگر اس وقت وہاں حیام موجود ہوتی تو شاید یہ کام وہ سرانجام دے رہی ہوتی،شاید بھی کیا یقیناً۔بازل سے بھی نکاح کے بول پڑھ اجازت وصول کر لی گئی تھی۔نکاح ہو چکا تھا۔

خوشی کا موقع تھا لیکن اپنوں کی غیر موجودگی کا دکھ زیادہ بڑا تھا۔حیام موجود نہ تھی،
اُس کے جان سے پیارے چچا جان اور چچی بھی تو نہ شامل ہوئیں تھیں۔ایسا نہ تھا کہ وہ
اس کے لیے خوش نہ تھے بلکہ وجہ یہ تھی کہ اپنی بیٹی کی ذات پر اُٹھی انگلیوں کا دکھ زیادہ
تھا۔وہ بہت دیر سے جانا تھا جو کچھ ہو چکا تھا ورنہ بازل حسن کو کون نہ جانتا تھا۔ایسا تو
کبھی نہیں ہوا تھا کہ لوگ اُس کی بہن پر انگلی اُٹھاتے اور وہ اینٹ سے اینٹ نہ بجا دیتا۔
لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ بھول گیا تھا۔اُسے سب یاد تھا اور سب یاد رہنا تھا جب تک
کہ حساب برابر نہ ہو جائے۔۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

وہ سفید شلوار قمیض میں ملبوس بیڈ کی ٹیک سے کمر ٹکائے بیٹھا ہوا تھا۔آنکھیں موندے
وہ فون پر چلتی ہوئی کوئی غزل سن رہا تھا۔غزل کے بول مدھم آواز میں گنگناتے ماحول
میں انتشار برپا کر رہے تھے۔

قصے میری الفت کے جو مرقوم ہیں سارے

آ دیکھ تیرے نام سے موسوم ہیں سارے

بس اسی لیے ہر کام ادھورا ہی پڑا ہے

خادم بھی میری قوم کے مخدوم ہیں سارے

اب کون میرے پاؤں کی زنجیر کو کھولے

حاکم میری بستی کے بھی محکوم ہیں سارے

شاید یہ ظرف ہے کہ خاموش ہوں اب تک

ورنہ تو تیرے عیب بھی معلوم ہیں سارے

ہر جرم میری ذات سے منسوب ہے محسن

کیا میرے سوا شہر میں معصوم ہیں سارے

(محسن نقوی)

وہ لوگ ابھی ابھی نکاح سے فارغ ہو پریشے کو رخصت کرا اپنے ساتھ لیے گھر واپس آئے تھے۔ وہ کسی بھی رسم کے لیے نہیں رکا تھا، سیدھا چلتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔ آج کا دن کتنا بھاری تھا۔ گنتی کے چند گھر کے لوگ، گنتی کے چند رشتوں کی موجودگی بھی کیسے اُس کو کھا رہی تھی۔ ہر ایک کی نظر میں جیسے اُسی ایک معصوم صورت لڑکی کا نام بطورِ الزام دکھ رہا تھا، سنائی دے رہا تھا۔ وہاں موجود ہر ایک کی زبان اُسی ایک نام پر

نشتر چلانے کی خواہش مند تھی لیکن ابھی ایسا وقت نہ آیا تھا اور نہ کبھی آنا تھا کہ جب آرز حسن محفل میں موجود ہوتا اور کوئی حیام بخاری کے کردار پر انگلی اُٹھا جاتا۔

گزرے ہوئے کل میں جو کچھ ہوا تھا، جو ہو چکا تھا، وہ اپنے حواسوں میں نہ تھا لیکن آرز حسن نے آج خود سے یہ وعدہ کیا تھا کہ حیام کے خلاف بولنے والی ہر زبان وہ کاٹ دے گا۔ چاہے سے سامنے اُس کا کوئی اپنا ہی کیوں نہ ہو۔۔۔۔۔۔

منظر پر چلتی غزل اپنے اختتام کو آتی مکمل ختم ہو گئی۔ کچھ دیر وہ یونہی آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا، پھر اُٹھ کر وضو کی نیت سے باتھ روم کی جانب چل دیا۔ اب اُسے سکون کی ضرورت تھی جو کہ یہاں اس دنیا میں ملنا ناممکن تھا سوائے کہ وہ اپنے خدا سے ہمکلام ہوتا۔

وہ دلہن بنے، سر جھکائے بازل حسن کے کمرے میں بیٹھی تھی۔ اُس کا ذہن مختلف سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔ وہ کتنی مرتبہ اُسے باور کروا چکا تھا کہ وہ اپنی بہن کے لیے ایک غلط لفظ برداشت نہ کرے گا۔ وہ یہ بھی بتا چکا تھا کہ اپنی بہن کے خلاف بولنے والی ہر زبان، ہر انگلی توڑ دے گا۔ وہ اُس کے لیے پوری دنیا کے خلاف اکیلا مرد بھی ہو تو کھڑا

ہو سکتا تھا۔ نجانے اب اس سب کے بعد اُس کا ردِ عمل کیا ہو گا، وہ آنے والے وقت سے ڈر رہی تھی۔ وہ اپنی سوچوں میں اتنا الجھی ہوئی تھی کہ یہ بھی نہ جان سکی کہ وہ دروازہ ناک کرتے اندر آ کر اُس کے قریب، اُس کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔ وہ کب سے اُسے دیکھ رہا تھا جو وہاں ہو کر بھی وہاں نہ تھی۔

"اسلام و علیکم!"

وہ بازل کی آواز پر واپس حواسوں میں لوٹی۔

"وعلیکم السلام!"

اُس کے چہرے پر چھائے اندیشوں کو وہ جانچ چکا تھا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو؟"

وہ مسکرا رہا تھا۔ پری نے چہرہ اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ کیا وہ سچ میں نارمل تھا یا دکھاوا کر رہا تھا۔

"انسان شکریہ ہی کر دیتا ہے، بیگم!"

اُس کا شرارتی لہجہ پریشے کے دل میں اطمینان کی ایک پر سکون آبشار بہا گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"شکریہ۔۔۔۔۔"

"کیا سوچ رہی ہو؟"

اب وہ موضوع پر آرہا تھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔۔"

"تم یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ میں تمہارا چہرہ پڑھ سکتا ہوں۔۔"

پریشے کا ہاتھ تھام اُس نے چوما۔

NEW ERA MAGAZINE .COM
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"جب پڑھ لیتے ہیں تو پوچھ کیوں رہے ہیں؟"

اُس نے اپنا ہاتھ بازل کی مضبوط گرفت سے آزاد کروانا چاہا لیکن نہ کروا سکی۔ چہرہ روہانسا ہو گیا۔

"ایسے کرو گی تو میں چلا جاؤں گا۔۔۔۔"

"امی نے جو کچھ بھی کہا۔۔۔ آپ خفا ہیں نا مجھ سے؟"

لہجہ روہانسا ضرور تھا لیکن چہرے پر ڈر عیاں تھا۔

"میں کیوں خفا ہوں گا؟ اور اس سب میں تمہارا قصور کیا ہے؟ کچھ بھی تو نہیں۔۔۔"

وہ رفتہ رفتہ اُس کے تمام ڈر زائل کر رہا تھا۔

"میں نہیں چاہتی تھی کہ حیام کا نام کسی بھی معاملے میں۔۔۔۔"

بازل نے اُس کی بات کاٹی۔

"جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ بس اتنا یاد رکھنا پریشے کہ میری دونوں بہنیں مجھے بہت عزیز ہیں، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ تمہارے لیے بھی بالکل ویسی ہیں جیسے کہ میرے لیے یا پھر اس گھر کے تمام لوگوں کے لیے۔ وہ میرے دل میں بستی ہیں، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اب تم بھی۔۔۔"

بازل نے ایک لمحہ رُک کر اُس کا ہاتھ اپنے دھڑکتے ہوئے دل کے عین مقام پر رکھا اور بولا۔

"یہاں رہتی ہو، یہاں بستی ہو اور میں نہیں چاہتا کہ میرے دل میں بسنے والے تمام پیارے ایک دوسرے سے منہ موڑ لیں۔ ورنہ نقصان کسی کا نہیں صرف میرا ہو گا۔"

وہ اگر سمجھا رہا تھا تو کتنا پیارا سمجھاتا تھا وہ شخص اور اگر مان سے کچھ مانگ رہا تھا تو پریشے

رحمان دل و جان سے اپنا سب کچھ اُس پر لٹانے کو تیار ہو گئی تھی۔

"مشعل اور۔۔۔حیام دونوں مجھے بہت عزیز ہیں۔آپ فکر نہ کریں۔۔"

پریشے کے دل میں اُس کے لیے محبت ہی محبت تھی۔جو شخص اپنے رشتوں سے اس قدر وفادار تھا، وہ اپنی ہمسفر سے وفا نبھائے گا تو کیا نبھائے گا؟اُسے خود پر رشک آنے لگا۔

"میں جو اتنا فضول سا شخص لگتا ہوں ناسب کو۔۔۔"

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ پریشے کو دیکھ کر ہنسا، پریشے کا ہاتھ اب بھی اُس کے مضبوط ہاتھوں میں مقید تھا۔

"میں بالکل بھی عام شوہروں کی طرح تم سے پیار، محبت کی باتیں نہیں کر سکتا، نہ ہی تمہارے حسن پر قصیدے پڑھ سکتا ہوں، یہ دونوں کام ہم اپنے بڑھاپے کے لیے سنبھال لیتے ہیں۔۔"

پریشے ہنس دی۔

"آخر اس سے تو اچھا ہی ہے کہ باقی بوڑھے میاں بیویوں کی طرح لڑنے سے بہتر ہے کہ آخری سانس تک ایک دوسرے کی محبت میں قید رہیں۔میں آج کے دن چاہوں گا

کہ تمہارے ساتھ پہلے عشاء کی نماز ادا کروں اور پھر شکرانے کے نوافل۔۔۔

کیونکہ۔۔"

وہ تھوڑا آگے کو جھکا تو وہ پیچھے ہوئی۔چہرہ لال سرخ ہوا جارہا تھا شاید ہنسنے کی بدولت یا

پھر شرم و حیاء کے رنگ۔۔۔۔شرارت سے اُس کا ناک دباتا وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"میں جنت میں اکیلا نہیں جانا چاہتا۔پھر سے وہی بات،ایسا نہیں کہ میں رہ نہیں سکوں

گا۔اکیلے جنت میں حوروں کو لیے کیا ہی مزے آئیں گے لیکن کیا ہے نا کہ اب تم سے

نکاح کیا ہے تو اکیلا جاتا اچھا تھوڑی لگوں گا۔اب یہ میرا فرض ہے کہ تمہیں بھی ساتھ

لے چلوں،دعائیں ہی دو گی تم گنہگار عورت۔۔۔۔"

پریشے نے اُسے گھور کر دیکھا تو وہ ہنستا ہوا باتھ روم میں وضو کی غرض سے چل پڑا۔اُس

کے جاتے ہی وہ بھی مسکرائی۔اُٹھ کر کمرے میں موجود آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر

اپنے عکس کو دیکھنے لگی۔وہ مسکرا رہی تھی۔وہ کتنی خوش قسمت تھی۔بیشک اللہ کے ہر

کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے اور یہ سچ تھا کہ بازل سے اچھا ہمسفر اُس کے لیے

کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ایک مرتبہ پھر بازل کی آواز اُسے واپس چونکا گئی۔

"آئینے میں کھڑی خود کو دیکھ کر بعد میں مسکرا لیجیے گا،بیگم صاحبہ!!کیا خیال ہے؟"

وہ مسکرا کر اپنی جیولری اتارنے لگی۔ وہ پر سکون ہو گئی تھی۔ وہ یہ بھی جان گئی تھی کہ بازل کے ہمراہ اُس کی آنے والی زندگی بہت خوش آئندہ ثابت ہونے والی تھی۔

اُن کی رخصتی ہوئے ایک ہفتے سے زیادہ کا وقت ہو چکا تھا۔ سب اچھا تھا اور کیوں نہ ہوتا؟ وہ دونوں خوش تھے، گھر میں سب ٹھیک تھا۔ سب سے بڑھ کر حسن صاحب اور مصطفیٰ صاحب کے تعلقات ایک مرتبہ پھر سے بحال ہو گئے تھے۔ وہ جب سے یہاں آئی تھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھا تھا۔ وہ اپنی ماں سے ناراض تھی تو حق تھا اُس کا لیکن وہ ماں تھیں، اپنی جگہ تو وہ بھی ٹھیک تھیں اور رہی بات بازل کی تو وہ روز حیام کو کال کرتا، وہ اُٹھا بھی لیتی لیکن وہ اُس کے لیے پریشان تھا۔ حیام کا لہجہ اُس کے کہے الفاظوں کا ساتھ نہ دیتا تھا۔ وہ اپنی بہن کے لیے فکر مند تھا۔ اُس کی بے چینی پریشے اچھے سے نوٹ کر رہی تھی۔ اب بھی وہ باہر لان میں بیٹھا، موبائل ہاتھ میں پکڑے حیام کو بار بار کال ملا رہا تھا لیکن وہ تھی کہ اُٹھا ہی نہیں رہی تھی۔ گرما کی دھوپ ہلکی ہلکی پھیلی ہوئی تھی لیکن آج موسم اتنا گرم نہ تھا۔ دھوپ کے ہوتے بھی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ پریشے چائے کا کپ اُس کے سامنے رکھتی برابر میں رکھی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"آپ گاؤں چلے جائیں۔۔۔۔"

"کیوں؟"

وہ اب اُسے دیکھ رہا تھا، چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔

"اُس سے مل آئیں، سکون مل جائے گا۔ یہاں رہیں گے تو اُس کی فکر میں ہلکان رہیں گے۔"

وہ مسکرایا۔

"تم ساتھ چلو گی؟"

"میں ساتھ جا کر کیا کروں گی؟"

"کچھ بھی نہیں، بس میرے ساتھ رہنا۔۔۔۔"

پریشے مسکرا دی۔

"آپ اتنے دن میرے ساتھ گزار کر بور نہیں ہوئے؟"

وہ کھل کر ہنسا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"تم سے بور ہو سکتا ہوں؟"

وہ اُسے محویت سے دیکھتا شاید دل میں اتار رہا تھا۔ پیچھے سے آتے آرزا اور مشعل نے پہلے اُن دونوں کو دیکھا اور پھر ایک دوسرے کو، دوسرے لمحے ہنسی کا فوارہ چھوٹا۔ بازل اس اچانک افتاد پر بوکھلا کر انہیں تکنے لگا۔ پریشے اپنی جگہ شرمندہ سی ہو گئی۔

"کیا ہو گیا ہے؟"

بازل نے اکتاہٹ سے دونوں کو تکتے ہوئے سوال کیا۔

"بور ہو گیا ہوں۔"

آرز نے کچھ دیر پہلے اُس کے کہے جملے کا مذاق اڑایا۔

"اففففف میں بھی۔۔۔۔"

مشعل بھی آرز کے ساتھ شرارت پر آمادہ تھی۔

"شرم کرو تم لوگوں کو کسی کی باتیں سننے کی عادت کب سے پڑ گئی ہے؟"

بازل نے سوال کیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ہم کیوں شرم کریں بھئی، چھوٹے میاں! شرم تو انہیں آنی چاہیے جو کھلے میں محبت کی محفلیں سجائے بیٹھے ہیں۔"

آرز نے بھرپور مقابلہ کیا۔

"آئے ہائے!! کیا زندگی ہے ہماری۔۔۔شدید سنگل اور اوپر سے یہ شادی شدہ لوگوں نے دل جلانے میں کوئی کسر بھی نہ چھوڑی ہے۔ہے نا پری بھابھی؟؟"

اب کہ مشعل نے اپنے رونے روتے ہوئے پریشے کو بھی ساتھ گھسیٹا۔

"مجھے ان باتوں میں بالکل بھی نہ شامل کرو، سمجھ آئی تمہیں؟؟"

پری نے آنکھیں دکھاتے ہوئے مشعل کو باز رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔

"اللہ!! ایک تو چوری اور اوپر سے سینہ زوری۔۔۔۔توبہ توبہ توبہ۔۔۔"

مشعل مصنوعی حیرانی کا مظاہرہ کرتی کانوں کو ہاتھ لگانے لگی جیسے کہ اُس سے شریف تو کوئی تھا ہی نہیں۔وہ سب ہنسنے لگے۔

اس سے پہلے کہ کوئی مزید کچھ کہتا گھر کے اندرونی حصے سے نائلہ بخاری ہڑبڑاہٹ میں بھاگتی ہوئی آئیں،اُن کے چہرے کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔زبان میں لڑکھڑاہٹ

تھی۔

"آ۔۔۔آرز۔۔۔۔با۔۔۔۔باز۔۔۔۔ل۔۔۔۔بھائی صاحب۔۔۔"

آرز نے فوراً اُٹھ کر انہیں اپنی جگہ بٹھایا اور ان کے قدموں میں بیٹھتا ان کے ہاتھ تھام بولنے لگا۔

"چچی جان! کیا ہوا ہے؟"

"آرز۔۔۔۔حسن بھائی کی طبیعت بگڑ گئی ہے، جاؤ جلدی۔۔۔۔"

انہیں سن کر بازل اور آرز اندر کو بھاگے۔ مشعل بھی اندر جانا چاہتی تھی لیکن اُس کے قدم بھاری ہو گئے۔ وہ چاہ کر بھی قدم نہ اُٹھا پا رہی تھی۔ جبکہ پریشے وہ وہیں زمین پر نائلہ بیگم کے سامنے بیٹھتی اُن کو حوصلہ دینے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

وہ اس وقت حویلی کے باہری لان میں کرسی پر بیٹھی تھی۔ آج پھر وہ باہر آنا چاہتی تھی، اُس کے اندر گھٹن بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ کھل کر سانس لینا چاہتی تھی شاید اس لیے۔ آج اماں بیگم نے ایک مرتبہ بھی اُسے نہ ٹوکا تھا، نہ ہی آنکھ اُٹھا کر گھورا بلکہ صرف سر

جھکائے بشیر ابی کو حیام کے کہے کی تکمیل کا حکم سنا دیا۔

وہ آج بھی اکیلی نہ تھی۔ جب ایک مرتبہ پہلے وہ باہر آئی تھی تو سعدیہ اُس کے ساتھ تھی جبکہ آج شاہ میر اُس کے ساتھ تھا۔ اُس کے ساتھ رکھی کرسی پر وہ بیٹھا، نگاہیں دور پھولوں سے سجے جھولے پر تھیں۔

"آپ نے مجھے بتایا تھا کہ آپ مناہل کو حویلی سے پیچھے آبشار دکھانے لے جایا کرتے تھے؟"

حیام نے دیکھے بنا اُس سے سوال کیا۔

"ہمم!"

"مجھے بھی لے جائیں گے؟ مجھے دیکھنی ہے وہ۔۔۔"

حیام نے چہرہ گھما کر اُسے دیکھا جو اُس کی یوں فرمائش پر اُسے تکنے لگا تھا۔

"ہاں، لے جاؤں گا۔۔۔۔"

"کب؟"

"جب کہو گی۔۔"

جیسا سوال تھا ویسا جواب تھا۔

"آج چلیں؟؟"

"آج نہیں، آج مجھے جانا ہے۔"

"کہاں؟"

"شہر۔۔۔"

"شہر۔۔۔"

حیام نے اُس کے کہے کو سرگوشی کے سے انداز میں دہرایا لیکن وہ سن چکا تھا۔

"تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ کسی چیز کی ضرورت ہے تو بتاؤ مجھے، میں لیتا آؤں گا۔"

"نہیں، مجھے کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں۔۔"

"ٹھیک ہے، پھر چلتا ہوں میں۔"

وہ کھڑا ہو کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھتا جانے کے لیے مڑا۔ ابھی دو قدم ہی چلے تھے کہ حیام نے اُسے روکا۔

"بھائی!! مجھے ایک سیاہ شال چاہیے ہے۔ اگر ہو سکے تو لیتے آیئے گا۔"

وہ اُس کی فرمائش پر سر اثبات میں ہلاتا وہاں سے چلا گیا جبکہ وہ وہاں ابھی کچھ دیر مزید بیٹھنا چاہتی تھی۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

حسن صاحب کو ہارٹ اٹیک آیا تھا۔ یہ پہلی مرتبہ نہ تھا لیکن اس مرتبہ اُن کی حالت ہر مرتبہ سے زیادہ نازک تھی۔ ڈاکٹرز اُن کو ٹریٹمنٹ جو دے سکتے تھے دے چکے تھے لیکن ابھی وہ خطرے سے باہر نہ تھے۔ اُن کے مطابق کسی بات کی فکر ان کو ہلکان کیے ہوئے تھی اور جس کنڈیشن میں وہ تھے ان کے لیے ہر فکر سے آزادی ہی اُن کی زندگی بخش سکتی تھی۔

شاہ میر جو شہر میں کسی کام سے آیا تھا، حیام کی فرمائش پوری کر واپس گاؤں کے راستے پر جانے کو پر تول رہا تھا جب بازل نے اُسے حسن بخاری کی حالت سے آگاہ کر دیا۔ وہ الٹے قدموں واپس ہاسپٹل گیا جہاں وہ سب گھر کے افراد موجود تھے۔ ندا بیگم کا رو رو کر برا

حال تھا۔نائلہ بیگم انہیں سنبھالنے کی ہر کوشش کر رہی تھیں۔ مشعل کو پریشے نے بہت مشکل سے سنبھالا۔ جبکہ بازل مصطفیٰ صاحب کے ساتھ کھڑا تھا،وہ بیٹا تھا لیکن ساتھ کھڑا آدمی اپنے سگے بھائی کے لیے پریشان تھا۔دونوں کو برابر حوصلے کی ضرورت تھی لیکن اس وقت دونوں مجبور تھے۔آرز کب سے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا،شاہ میر اُس کے ساتھ خاموش کھڑا لگاتار اُسے دیکھ رہا تھا۔

"تو فکر نہ کر وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔۔۔"

شاہ میر کے کہنے پر آرز نے چہرہ موڑ کر اُسے دیکھا۔

"پھر میرا دل کیوں یقین نہیں کر رہا؟"

آرز نے جس ضبط کے ساتھ وہ الفاظ ادا کیے تھے وہ صرف وہ جانتا تھا۔

"تیرا دل غلط سوچ رہا ہے،تو اللہ پر بھروسہ رکھ۔"

شاہ میر نے ایک مرتبہ پھر اُس کی ہمت بڑھانا چاہی۔

"اور اگر خدا مجھے کہے کہ انسان کی جتنی زندگی میں نے لکھی ہے وہ اتنی جیتا ہے،اس سے زیادہ وہ ایک سانس بھی مزید نہیں لے سکتا اور تمہارے۔۔۔"

وہ آگے کوئی لفظ بھی ادا نہ کر سکا۔اُس کی آنکھوں میں آنسو جگمگانے لگے۔

سامنے موجود دروازہ جس کے دوسری طرف اُس کے والد زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے تھے،وہ کھلا اور ایک نرس باہر آئی۔دروازہ کھلنے کی آواز پر اندر کمرے سے مشینوں کی تیز آواز میں بجتی ٹون سنائی دی،وہ کسی خطرے کی علامت تھیں۔وہاں موجود ہر شخص دل ہی دل میں ہر غلط اندیشے کو رد کرنے میں لگا ہوا تھا۔

"آپ سب میں سے آرز کون ہے؟اور مصطفی بھی؟"

باہر آنے والی نرس نے انہیں مخاطب کیا۔آرز فوراً سے آگے بڑھا لیکن مصطفی صاحب کے قدم انکاری تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں۔۔۔میں ہوں۔۔"

"آپ لوگوں سے پیشنٹ ملنا چاہتے ہیں۔اندر آئیں،ان کی حالت کریٹیکل ہے لحاظہ احتیاط کیجئے گا۔"

آرز سر ہلاتا پیچھے مڑا۔مصطفی صاحب کو کاندھوں سے تھامتا اندر لے جانے لگا۔

"چلیں چچا جان!"

وہ دونوں اندر چلے گئے۔اندر پہنچتے ہی دونوں کے قدم تھم گئے تھے۔سامنے بستر پر موجود شخص کچھ ہی گھنٹوں میں مزید کمزور ہو گیا تھا۔جگہ جگہ مزید نالیاں لگیں تھیں۔ حسن صاحب نے بامشکل ہاتھ کے اشارے سے انہیں قریب آنے کو کہا۔وہاں موجود ہاسپٹل کا اسٹاف مشینوں کا معائنہ کرنے میں مصروف تھے جس کی بجتی ٹون اب ہلکی ہو چکی تھی۔

آرزاور مصطفیٰ صاحب چلتے ہوئے ان تک آئے۔ مصطفیٰ صاحب نے آگے بڑھ کر اپنے بھائی کے ہاتھ تھامے۔آنسوؤں کے چہرے کو بھگو رہے تھے۔

"آپ فکر نہ کریں میں ہوں نا۔آپ ٹھیک ہو جائیں گے، آرام کریں۔۔۔۔"

حسن صاحب نے نہ میں سر ہلاتے آرز کو دیکھا۔چہرے پر لگا آکسیجن ماسک اتارا اور بمشکل بولے۔

"آ۔۔۔آرز۔۔"

"جی ابو!!میں یہیں ہوں۔"

"اپنی ماں۔۔۔۔ک۔۔۔کا۔۔۔۔خیا۔۔۔خیال رکھنا۔۔۔۔"

آرز کے آنسو تھم گئے۔اپنے باپ کے ہاتھ تھامتا بولا۔

"ابو۔۔۔۔"

"تم نے وعدہ۔۔۔کیا تھا۔۔۔۔۔مجھ سے۔۔۔۔"

"ابو چپ کر جائیں آرام کریں۔میں آپ کی ساری باتیں مانوں گا،ابھی نہ کریں۔"

"مصطفٰی۔۔۔۔آرز۔۔۔نکاح۔۔۔۔کرنا ہے۔"

وہ اب بمشکل الفاظ ادا کر رہے تھے،اُن کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ساتھ لگی مشینوں کی آواز ایک مرتبہ پھر تیز ہو گئی۔

"ابو۔۔۔۔ابو چپ کر جائیں۔۔۔"

"حیام۔۔۔۔۔"بس ایک یہ نام ادا کر ان کی آنکھیں بند ہو گئیں،ان کے الفاظ ختم ہو گئے۔ایک نرس نے دونوں کو زبردستی کمرے سے باہر نکالا۔

"کیا ہوا ہے ابو کو؟"مشعل روتے ہوئے آرز کے بازو تھامتے اس سے سوال کر رہی تھی لیکن وہ وہاں نہ تھا۔اس کی نگاہوں کا رخ دروازے کی جانب تھا جہاں وہ اپنے سامنے اپنے باپ کو جاتے دیکھ کر آیا تھا،ایک آخری ملاقات۔۔۔

ندا بیگم نے اپنے بیٹے کو دیکھا۔اُس کے چہرے پر درد کی جو تحریر عیاں تھی وہ ہر پڑھنے والے کی روح فنا کر گئی۔کمرے سے آتی مشینوں کی آواز بند ہو چکی تھی۔اندر موجود ایک ڈاکٹر باہر آیا۔اب کے آرز آگے نہ بڑھا تھا۔شاہ میر نے ہمت کر کے ڈاکٹر کو متوجہ کیا۔وہ اب آرز کے آگے ڈھال بن کر کھڑا تھا۔

"ڈاکٹر؟"

"ایم سوری!! ہم نے اپنی سی پوری کوشش کی لیکن جو خدا کو منظور۔۔۔۔"

شاہ میر کا کاندھا تھپتھپاتے وہ ڈاکٹر چلا گیا اور وہاں بیٹھے ہر فرد کی جان سچ میں فنا کر گیا۔

وہ لفظ ڈھونڈ رہا تھا لرزتے ہونٹوں سے

ضعیف باپ نے بیٹے سے بات کرنی تھی

(نامعلوم شاعر)

❤ جاری ہے ❤

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیوا یرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوا یرا میگزین